رسولِ شاہد و شہود

(۵)

(از جناب قاری بشیر الدین صاحب پنڈت ایم اے)

(حضرت زردشت کی پیشین گوئی (۱)

اس پیشین گوئی کا ہر لفظ بجز آنحضرتؐ کے اور کسی نبی پر صادق نہیں آتا۔ آپ کا فاتح مہربان ہونا اس سلوک سے ظاہر ہے جو فتح مکہ کے وقت کفارِ مکہ کے ساتھ کیا گیا کہ اپنے خونخوار دشمنوں کو لاتثریب علیکم کہہ کر چھوڑ دیا۔ انبیاء کرام میں محمد ہونے کی فضیلت صرف آپؐ کو حاصل ہے اور رحمت للعالمین یعنی تمام جہان کے لیے رحمت ہونا آپؐ کے پیام سے ظاہر ہے جبکہ بیشتر انبیاءؑ صرف اپنی اپنی قوم کے لیے رحمت تھے۔ آپ نے تمام انبیاءؑ کی تصدیق فرما کر ان کی مختلف قوموں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اس لیے آپ حاشر ہیں۔ بت پرستوں اور یزداں پرستوں کی اصلاح کرنا صرف آنحضورؐ کی خصوصیت ہے۔ غرضیکہ پیشین گوئی کی پانچوں نشانیاں صرف آنحضورؐ سے متعلق ہیں۔ اس میں لفظ "استوتریتہ" نے اس پیشین گوئی کو اور بھی زیادہ ممتاز بنا دیا۔ جس کے معنی ہیں استتی یا تعریف کیا گیا (محمدؐ) یہ ژندی زبان کا لفظ ہے جو پہلوی یا فارسی زبان کے بجائے سنسکرت سے زیادہ قریب ہے۔ ژندی و سنسکرت دونوں میں اس کا مشترک مادہ ہے — "استو" بمعنی تعریف کیا گیا۔

اتھروید کی ایک پیشین گوئی میں اس کی مزید تصریح ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے متعلق پیشین گوئیاں:۔ (۱) پیشین گوئی کے اصل الفاظ کا ترجمہ ہے "ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں جو نیک، طاقتور، مہربان (مسلمان) نفوس ہیں جو مقدس

زرتشت کے اصول کی حفاظت کرتے ہیں جو اپنے بادشاہ کے داہنے ہاتھ لڑتے ہیں" (فرودین یشت آیت ۹۳)

(ب) مقابلہ کرنے کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا "وہ اس کی طرف اُڑتے ہوئے آتے ہیں گویا وہ تیز رفتار پرند ہیں وہ میدانِ جنگ میں ایک ہتھیار اور ڈھال کی مانند آتے ہیں۔ اس کو اپنے پیچھے اور اپنے آگے رکھ کر حفاظت کرتے ہیں۔ نظر سے پوشیدہ دشمن، زنخے مخالف سے، بدکار، شرارت پر تُلے نہایت خطرناک ابولہب سے اُسے بچاتے ہیں۔ ایسا ہوگا گویا کہ ہزار آدمی ایک آدمی کی حفاظت کر رہے ہیں پس نہ عمدگی سے چلائی ہوئی تلوار، اور نہ خوب پھینکا ہوا تیر اور نہ زور سے چلائی گئی برچھی اور نہ ہاتھ سے پھینکا ہوا پتھر اسے ہلاک کر سکے گا" (فرودین یشت آیت ۷۱-۷۲)

جناب زرتشت کی ان پیشین گوئیوں میں زرتشتی تعلیم کی حفاظت اور صحابہؓ کرام کی جان نثاری کا نقشہ ہو بہو کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ زرتشتی تعلیم کی حفاظت کرنے کا بیان پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ صحابہؓ کرام کا آنحضورؐ کے گرد اپنی جانوں کا زندہ قلعہ بنا لینا تو تاریخی واقعات ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

(ج) خدا تعالیٰ کی بات کو جناب زرتشت اِن الفاظ میں دہراتے ہیں " ایمانداروں میں اے زرتشت! نہایت زبردست ان لوگوں کے نفوس ہیں جو حاملانِ شرعِ قدیم ہیں یا ان مومنین کے نفوس جو ابھی پیدا نہیں ہوئے جو دنیا کو از سرِ نو زندگی بخشنے والے ہیں" (فرودین یشت ۱۳)

اِس پیشین گوئی کا مفہوم نہایت صاف ہے کہ اے زرتشت جس طرح تیرے پیرو تیری شریعت پر چل کر بلند مراتب کے مستحق ہیں اسی طرح آئندہ زمانہ میں ایک جماعت پیدا ہوگی جو دنیا کی اقوام اور مذاہب کو از سرِ نو زندگی بخشے گی اور اس پر اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کا اطلاق ہوگا۔

(د) اِس پیشین گوئی میں زمانہ آئندہ کے مومنین (صحابہ کرام) کی مزید نشانیاں بیان کی گئیں۔ بتایا گیا " اس کے اصحاب ترقی کریں گے جو محرّم کے دوست ہیں۔ دشمنوں کے

قابل نیک اندیش۔ خوش گفتار۔ خوش کردار اور اعلیٰ شریعت کے پابند جن کی زبانوں نے کبھی ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں بولا" (زمیاد یشت - ۹۵)

اس پیشین گوئی میں آیۂ شریفہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی پوری تفسیر ہے۔ آنحضورؐ کے دس ہزار نفوس قدوسیہ کا ذکر بائبل و انجیل میں ہے، ویدوں میں ہے اور ژند اوستا میں بھی ہے درحقیقت کسی پیغمبر کی صداقت اور کامیابی کا سب سے بڑا معیار اس کے ساتھیوں کی قدوسیت اور تزکیہ ہے۔ اس لیے نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کیجئے کہ جس نے اپنے ہزاروں ساتھیوں کو صادق القول بنادیا وہ خود کتنا بڑا راستباز ہوگا؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) حضرت زرتشت کی مذکورۂ بالا پانچوں پیشین گوئیاں نہایت اہم ہیں لیکن اہم ترین ایک اور ہے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔ جناب زرتشت نے فرمایا "تو اس خانہ میں جلتی رہ۔ تو اس گھر میں ہمیشہ جلتی رہ۔ تو اس آتشکدہ میں شعلہ زن رہ۔ تو اس میں ترقی کر ایک مدت تک کے لیے نہایت زبردست اصلاح دنیا کے عہد تک۔ نیکی کے قیام اور زبردست انقلاب دُنیا تک" (آتش نیائش۔ آیۃ ۹ بحوالہ میثاق النبیین ص۳۱)

اس آیۃ میں جناب زرتشت نے ایک مدت معینہ تک کے لیے آگ جلانے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ وہ آتشی شریعت والا موعود اور زبردست انقلاب مذہبی کا پیغمبر آجائے۔ اور جب وہ آجائے تو زرتشتی شریعت منسوخ ہوجائے گی۔ زرتشتی مذہب کی عبادت درحقیقت آگ جلاکر خدا کی عبادت کرنا تھا جس سے تمثیلاً یہ عہد اور اقرار لینا مراد تھا کہ وہ الٰہی شریعت اور ہدایت کی روشنی میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ چناں چہ خود جناب زرتشت نے اس نکتہ کی ان الفاظ میں وضاحت فرمائی: "میں تمہیں جو اس جگہ جمع ہوئے ہیں حکیم مطلق کی حکمت کی باتوں کو بتاتا ہوں۔ خدا کی حمد اور اس کی ثنا کو۔ نیک نفوس کے نغمات کو جو اعلیٰ صداقت کے حامل ہیں۔ اس صداقت میں مقدس شعلوں سے بلند اٹھتے ہوئے دیکھتا ہوں ---

تم حقیقت کی رُوح کو غور سے سنو۔ آگ کے شعلوں پر نہایت پاک دل سے تدبّر کرو۔"

(اہونوائی گاتھا یشت ۳۰ آیۃ ۱ اور ۲)

حضرت زرتشت کے اس حکیمانہ قول سے ظاہر ہے کہ آتشکدہ کی آگ تمثیلی رنگ میں شریعت کی پُر حکمت باتوں پر چلنے اور ان پر غور و تدبر کرنے کا ایک اقرار اور عہد تھی کہ ہم شریعت کی روشنی میں ہمیشہ چلتے رہیں گے لیکن زرتشتی اس عہد کو بھول گئے اور رسمی و رواجی آتش پرستی پر اُتر آئے۔ غرضیکہ جناب زرتشت نے ایران میں جو رُوحانی روشنی کی آگ جلائی تھی اس کے سرد ہو جانے پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ایک آتشیں شریعت روشن کی قرآن کریم کی آیۃ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا کے ماتحت حضور ؐ نے فرمایا مثلی کمثل رجل "استوقد نارا" (بخاری) یعنی "میری مثال اس شخص (زرتشت) کی مثال ہے کہ اس نے آگ جلائی" یہ ارشاد گرامی مذکورہ بالا پیشین گوئی کے سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

دساتیر میں آنحضور ؐ کے متعلق پیشین گوئی:۔ زرتشتی قوم دو فرقوں میں بٹی ہوئی ہے ایک فرقہ اگر ژندوا ستا کو مستند سمجھتا ہے تو دوسرا "دساتیر" کو تاہم دونوں فرقے اس بات کو ملتے ہیں کہ ایک موعود نبی اہلِ عرب میں ہوگا اس کا نام محمد ؐ ۔ وہ رحمتہ للعالمین ہوگا اس کا قانون زرتشتی قانون کا مصدق ہوگا۔ اس کے اصحاب نیک اور صادق ہوں گے ..... وہ بت پرستوں اور زرتشتیوں دونوں کی اصلاح کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ مذکورۂ بالا تمام پیشین گوئیاں ژندوا ستا کے حوالہ سے تھیں اب ایک نظر دساتیر پر ڈالئے تاکہ دوسرے فرقہ کو بھی دعوت غور و فکر دی جاسکے۔

موجودہ دساتیر میں مہ آباد کے نامہ سے لے کر ساسانِ پنجم کے نامہ تک ۱۵ نامے ہیں ان میں سے ساسانِ اوّل کا نامہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہے اس لیے کہ مندرجہ ذیل پیشین گوئی حضرت ساسان کی ہے جو ان کو جناب زرتشت سے پہونچی ہے انھوں نے دینِ زرتشت کی تجدید کا کام انجام دیا ہے۔ یہ پیشین گوئی پہلوی زبان میں ہے اس کے فوٹو بلاک کو میثاق النبیین

جلد اوّل کے صفحہ ۲۲ کے مقابل دیکھا جا سکتا ہے۔ اصل عبارت معہ اُردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:-

(۱) بزبان پہلوی:- چم ، چمیم ، کا جام ، کمند ، ہرتوار جیارم ، ور تاہ
(۲) بزبان اردو:- جب ، ایسے ، کام ، کریں گے (ایرانی عربوں میں سے، ایک شخص
ہیتال ہود = ۵۵
پیدا ہوگا = آیتہ ۵۵

(۱) یو ہزار تسام ، ہو ، ہیرتاک و نیرتاک و سمیراک
(۲) کہ پیروؤں سے ، اس کے ، تاج اور تخت اور سلطنت
و امیراک ، سرویم ، ارتد - ۵۶
اور شریعت (ایرانی) کلیتاً ، درہم برہم ہو جائیں گے - ۵۶

(۱) و ہلوند ، ہرورکتام ، تیودام - ۵۷
(۲) اور ہونگے ، سرکش لوگ ، مغلوب - ۵۷

(۱) بیدن ، فرشمائی ، تیمار ، وسیمار ، کسوار ، آباد ، بے جوار
(۲) دیکھیں گے ، بجائے ، بتکدہ ، اور آتشکدہ ، عبادت خانہ ابراہیم ، بتوں سے خالی
ہد ہ ، تیوستا ، - ۵۸
ہوکر ، قبلہ ، - ۵۸

مذکورۂ بالا تینوں آیات کی تشریح حضرت ساسان نے اپنی زبان میں کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ریگ زار عرب میں جو ابراہیم کا بنا کردہ خانہ ہے اس میں ستاروں کے بت رکھ دیے گئے تھے اسی کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھیں گے اور اس سے بت اٹھا دیں گے۔ پیشین گوئی کی آخری دو آیات میں ہے:-

(۱) و موزد ، ہوش شنشور = ۵۹
(۲) اور ہوں گے وہ ، رحمۃ للعالمین = آیات ۵۹

(۱) و تد واہند ، شائی ہا ، سیمارام ، مدیر ،
(۲) اور پھرے رہیں گے ، جگہیں ، آتشکدوں کی ، مدائن کی ،
(۱) و انتورام ، ہام ، و نیفود ، و نیواک ،
(۲) اور اردگرد ، اس کے کی ، اور طوس ، اور بلخ ،
(۱) و شایام ، شمناد ، - ۶۰
(۲) اور مقامات ، بزرگ ، آیتہ ۶۰
(۱) و ہایم ، ہشیام ، ورتاہ ، پاند ، ہرتال ، وسمیں ہو،
(۲) اور شارع ، ان کا ، مرد ، ہوگا ، سخنور ، اور کلام اس کا،
(۱) دم ہمن بلند یدہ = ۶۱
(۲) باہم ربط رکھنے والا = آیتہ ۶۱

پیشین گوئی کی ان ساتوں آیات پر غور کیجئے ۔ آنحضورؐ کے متعلق کتنے واضح نشانات کی نشان دہی کی گئی ہے ۔ (۱) زرتشتیوں کے گمراہ ہونے پر مصلح (موعود نبی) کا عرب سے ہونا (۲) اس سے معتقدین کی کامیابی وکشور کشائی ۔ (۳) ایران جیسی زبردست اور سرکش طاقت کا بادیہ نشین عرب قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا (۴) خانہ ابراہیم (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا (۵) خانہ کعبہ بلکہ ملک عرب کو بتوں سے پاک کرنا ۔ (۶) آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا (۷) آپ کے کلام کا معجزانہ انداز اور بلیغ ہونا (۸) طوس، بلخ ، مدائن اور دوسرے مشہور شہروں کو مسخر کرنا وغیرہ وغیرہ ۔

بہرحال ژند اوستا اور دساتیر میں دی ہوئی بشارتوں پر ہمارے پارسی بھائیوں کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیئے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ ان بشارتوں میں دی ہوئی نشانیوں کے مصداق بجز آنحضورؐ کے اور کون ہو سکتا ہے؟ افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ آجکل مذہب کے بارے میں لوگوں کا تعصب

اس قدر شدید ہوگیا ہے کہ صاف اور سیدھی بات کے قبول کرنے میں بھی کمزور اور لاطائل عذر تلاش کئے جاتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! اب لاطائل عذرات سے کام نہیں چلے گا۔ ہم میں سے ہر شخص اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ ہمارا یہ زمانہ سائنس اور ٹکنالوجی کا عہد ہے۔ ان کی غیر معمولی ترقی نے عالم آب و گل کو طلسم کدۂ ایجادات و اختراعات بنا دیا ہے۔ لیکن اس ترقی کا سب سے زیادہ افسوسناک اور تشویش انگیز پہلو یہ ہے کہ انسان قلب و روح کے سکون و اطمینان کی نعمت و دولت سے محروم ہوگیا ہے کیوں کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی غیر معمولی پیش رفت نے ایک طرف انسان کے ہاتھ میں وہ محشر انگیز اسلحہ دیدیئے ہیں جو کروڑوں انسانوں کی آبادی کو چشم زدن میں سیاہ کرسکتے ہیں اور دوسری جانب اس نے اقوام عالم میں باہمی رقیبانہ کشمکش، ہوسِ اقتدار و تغلب، خودغرضی، مطلب پرستی اور استحصال بالجبر کے جذبات کو برافروختہ کرکے انسان کو زندگی کے اقدارِ عالیہ سے بہت دور کر دیا ہے۔ ان سب کا مجموعی اثر یہ ہے کہ ایٹمی جنگ کا خطرہ ہر وقت انسان کے دل و دماغ پر مسلط ہے اور اس کے باعث امن و سکون ایک جنس نایاب بن کر رہ گئے ہیں۔

اِس صورتِ حال پر جو مفکرینِ عالم غور کر رہے ہیں وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ دنیا میں امن و سکون نہ سیاسی اور فوجی توازن برقرار رکھنے سے حاصل ہوسکتا ہے اور نہ عدل وانصاف اور مساواتِ حقوقِ انسانی کا وعظ کہنے سے، بلکہ اگر وہ قائم ہوسکتا ہے تو صرف مذاہب عالم کی متفقہ جہد و سعی اس لئے کہ آج سیاسیات و معاشیات اور سماجیات پر قبضہ ان لوگوں کا ہے جو ارباب مذہب کی صف میں شامل نہیں ہیں۔ اس بنا پر ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے دل و دماغ کو بدلا جائے اور ان کی اصلاح کی جائے اور یہ کام سوائے مذہب کے اور کوئی طاقت نہیں کرسکتی۔ اور وہ مذہب بحمداللہ "مذہب اسلام" ہے اور

اس کا ماننے والا " مسلمان " یا بالفاظ دیگر بین الاقوامی انسان ہے ۔ جو لوگ مادی ترقی کے لیے سائنس کو اساس مان کر اور توحید و رسالت نیز معاد کا انکار کر کے زندگی کی تعمیر کرتے ہیں اور سطح بینی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی خالق و مالک نہیں اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج نئی تہذیب خار دار پودوں کی طرح سطح زمین پر پھیل چکی ہے اور اس کے کڑوے کسیلے پھل اپنا اثر دکھلا رہے ہیں ۔ انگلینڈ کے ایک رسالے " دی پلین ٹرتھ " (THE PLAIN TRUTH) کی دسمبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں آر ۔ ای ۔ میکنیر (R-E- MSCHAIR) کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے ۔ لکھتا ہے کہ " تاریخ عالم میں کبھی نوجوان نسل اتنی بڑی تعداد میں کاہلی ، بے چینی ، مایوسی ، اور بغاوت کے جذبات کا شکار نہیں ہوئی تھی جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے آج کی مادہ پرست سائنسی نسل کو نہ تو اس بات کا ہوش ہے کہ وہ کس چیز کے خلاف بغاوت کر رہی ہے اور نہ وہ یہ جانتی ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیئے " ہپیوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ " وہ دنیا کی ہر چیز کے مخالف ہیں ، ہر شے سے ناراض ہیں ، ہر اصول سے برگشتہ ہیں ، ہر اخلاق سے منحرف ہیں اور ہر قانون سے بغاوت پر آمادہ ہیں ۔ وہ خاندان سے ، دولت سے ، سماجی نظام سے ، غرض ہر چیز سے مایوس بھی ہیں اور بیزار بھی "

بزرگو دوستو ! اکتوبر ۱۹۷۰ء جاپان کے مشہور شہر کوئٹو میں ایک نہایت عظیم الشان " مذہبی عالمی کانفرنس " منعقد ہوئی تھی اس میں امریکہ کے (WORLD COUNSIL OF CHURCHES) " ورلڈ کونسل آف چرچیز " کے سکریٹری جنرل جناب ڈاکٹر یوجن ۔ کارسن بلیک نے اظہار خیال فرماتے ہوئے کہا " میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ " مذہب " سائنسی ترقی کا مخالف نہیں لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ " ترقی انسان کے لئے ہے اور انسان ترقی کے لیے نہیں " اس لیے مذہبی و روحانی اقدار کو کسی مرحلے اور کسی منزل میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا " ترقی " کوئی بھی ہو بہر حال کسی نظریہ اور کسی فکر کے بغیر نہیں ہو سکتی ۔ اگر یہ روحانی و مذہبی اقدار نہیں ہوں گے تو وہ اقدار ہوں گے جن کو موجودہ عہد کی " فکری تحریکوں " مثلاً کمیونزم ، سوشلزم ،

سائنٹزم، اور نیشنلزم وغیرہ نے جنم دیا ہے لیکن اس صورت میں ترقی کا رُخ غلط ہوگا اور وہ انسان وانسانیت کے لیے موجب ہلاکت ہوگی اور اگر اس کے برخلاف ترقی کی اساس روحانی و مذہبی اقدار ہوئے تو اس سے انسان کو انسانیت دونوں کو فائدہ ہوگا اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے لوگوں کی ایک جماعت ترتیب دی جائے کہ جو سائنس وٹکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہونے کے باوجود زندگی میں مادہ پرستانہ نقطۂ نظر نہ رکھتی ہو، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ البرہان دہلی ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۲ء بالفاظ دیگر موصوف نے تمام سنجیدہ حضرات کو بالعموم اور "داعیانِ امن وسلامتی" یعنی اسلام کے نام لیواؤں کو بالخصوص دعوتِ غور وفکر دی ہے کہ وہ سائنس اور ٹکنالوجی کو اپنا کر جس پر آج مادہ پرستوں اور ملحدوں کا قبضہ ہے دنیا کو امن وسلامتی کا راستہ دکھائیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ "امن" اپنے اصلی معنی اور ماہیت کے اعتبار سے صرف جسمانی تحفظ اور فقدانِ جنگ کا نام نہیں ہے اگرچہ یہ بھی بہت ضروری لیکن یہ "امن" کا محدود اور یکطرفہ مفہوم ہے۔ دراصل "امن" کے معنی ہیں ایک فرد کا ایک طرف اپنے خالق کے ساتھ اور دوسری جانب اپنے ابنائے جنس کے ساتھ ایسا تعلق اور ربط جو منفعت بخش اور موجبِ فلاح ہو۔ اس دائرے میں وہ تمام تعلقات آجاتے ہیں جو ایک فرد کے دوسرے فرد کے ساتھ۔ یا ایک قوم کے دوسری قوم کے ساتھ ہوں۔ پھر امن کسی خاص قسم کا نہیں بلکہ جسمانی، ذہنی، اخلاقی وروحانی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہو۔ اسلام اسی وسیع مفہوم میں "امن وسلامتی" کی ضمانت دیتا ہے جو توحید ورسالت پر ایمان اور یومِ آخرت پر یقین رکھنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک میں دی ہوئی آیات کو سامنے رکھ کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ۔ لیکن تعصب کو بالائے طاق رکھ کر غور کیجئے کہ تزکیۂ نفس، ضبطِ نفس، فضائل ورذائلِ اخلاق، وحدتِ انسانیت، وحدتِ دین اور قوم ووطن نیز رنگ ونسل کے امتیازات، فساد فی الارض، اصلاحِ ذات البین اور حسنِ معاشرت وغیرہ کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ اور وہ کس طرح ایک انسان میں انابت الی اللہ پیدا کر کے اس کو دنیا کا بہترین شہری اور اعلیٰ انسان بنا دیتا ہے۔

بلاشبہ بنی نوع انسان پر مختلف طبقاتِ انسانی نے جو کچھ احسانات کئے ہیں وہ سب شکریہ کے لائق ہیں لیکن سب سے زائد جن بزرگوں کا احسان ہے وہ انبیاء کرام، دخشور اور رشیوں منیوں کی جماعت ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے سامنے اپنے زمانۂ حال کے مناسب اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ کاملہ کا درس دیا، کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوشِ توحید، کسی نے تسلیم و رضا اور کسی نے زہد و قناعت کا۔ حضرت نوحؑ کی زندگی کفر کے خلاف غیظ و غضب کا دلولہ پیش کرتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی حیات جوشِ توحید کا منظر دکھاتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی زندگی جنگ و جہاد اور شاہانہ نظم و نسق اور اجتماعی قوانین و دستور کی مثال پیش کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی الف صرف خاکساری، عفو و درگزر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے۔ حضرت ایوبؑ کی حیات صبر و شکر کا نمونہ ہے۔ حضرت یوسفؑ کی زندگی قید و بند میں بھی دعوتِ حق اور جوشِ تبلیغ کا سبق ہے۔ حضرت داؤدؑ کی سیرت حمد و ستائش اور دعا و زاری کا صحیفہ ہے۔ لیکن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو دیکھو تو اس میں سب کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے اپنی اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے جو روشن منارے قائم کئے تھے اور جو امتدادِ زمانہ سے غبار آلود ہو چکے تھے۔ آنحضورؐ نے انھیں کیسے جلا بخشی اور اپنی عملی زندگی کا پورا اگانا ٹریک ہمارے ہاتھوں میں دے کر کس طرح رہنمائی فرمائی؟ ان کی عالمگیر اور دائمی تعلیم کیا ہے؟ اقوامِ عالم کو ان کا بھولا ہوا سبق کس طرح یاد دلایا؟ اور ان پر ان کے کیا کیا احسانات ہیں؟ یہ تمام باتیں نہایت اہم اور غور طلب ہیں لیکن چونکہ زیرِ بحث موضوع سے خارج ہیں۔ ان پر انشاء اللہ کسی مناسب موقع پر عرض داشت پیش کروں گا۔ اس وقت تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح توریت و زبور و انجیل نیز ژند اوستا اور دساتیر نے بھی آخرالزماں کی آمد آمد کی خوشخبری سنائی اسی طرح ہند کی مقدس کتابوں نے بھی غرضیکہ انھیں صرف پچھم والوں نے ہی نہیں پہچانا بلکہ پورب والوں نے بھی پہچانا اور بڑی آن بان کے ساتھ پہچانا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان واجب التعظیم بزرگوں یعنی رشیوں

دنیوں کی بات کو شنا ان سنا کر دیا گیا جس کے معقول وجوہ ہیں جو ابھی عرض کروں گا فی الحال تو ہندوستان کے مصلح اعظم حضرت بودھ کی زندگی کا ایک واقعہ ضمناً سن لیجئے اس واقعہ کو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد چہارم کے صفحہ ۲۷۴ پر اور شری رادھا کمد مکرجی نے اپنی بیش قیمت تصنیف "ہندو سویلیزیشن" کے صفحات ۲۵۹ اور ۲۶۰ پر کچھ اس طرح درج کیا ہے:-

"وہ (حضرت بودھ) اپنی عمر کے ۷۹ ویں برس راجگریہہ میں تھے وہاں سے نالندہ آئے اس کے بعد پاٹلی گرام جہاں راجہ اجات شترو نے ان کا شاہانہ استقبال کیا اور دعائیں لیں۔ ان کی یادگار میں گوتم گیٹ اور گوتم گھاٹ بنوائے کہ جہاں سے دریائے گنگا کو عبور کر کے مہاتما گوتم بدھ ویسالی، پاوا ہوتے ہوئے کسینر پہونچے۔ پاوا میں چند الہار نے ان کی دعوت کی تھی جس میں نرم و گرم کھانے تھے جس کی وجہ سے معدہ خراب ہو گیا اور پیچش شروع ہو گئی۔ پیٹ کا درد ناقابلِ برداشت تھا۔ بہر حال کسینر پہونچ کر مہاتما گوتم بدھ نے شال کے درختوں کے جھنڈ کے نیچے اپنا بستر بچھوا دیا۔ آنندہ کو حکم دیا کہ سرہانا اتر کو رکھے۔ مقامی مِلّی قبیلہ کو آمد کی اطلاع کی اور معتقدین سے بلا کر کہا "مجھے تم سے کچھ کہنا نہیں ہے۔ دنیا فانی ہے۔ اپنے نجات پانے کی فکر کرو" اپنے محبوب معتقد آنندہ کو غمزدہ دیکھ کر تسلّی دیتے ہوئے کہا "آنندہ! میں پہلا بودھ نہیں ہوں جو اس زمین پر آیا اور نہ ہی میں آخری بودھ ہوں۔۔۔ ٹھیک وقت پر ایک دوسرے بودھ اس دنیا میں آئیں گے .... وہ ایک ایسی مذہبی زندگی کا آغاز کریں گے جو سراسر مکمل اور بے داغ ہو گی ...... وہ "میتریہ" کے نام سے موسوم ہوں گے (یعنی رحمت للعالمین ہوں گے)" (بحوالہ اخبار قومی جنگ رامپور مورخہ ۲۔ مارچ ۱۹۶۹ء)

آنحضور کا رحمت للعالمین ہونا کچھ چھپی ڈھکی بات نہیں ہے۔ قرآن پاک کی آیت شریفہ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ مصدق ہے ان تمام پیشین گوئیوں کی جو حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، جناب زرتشتؑ، مہاتما گوتم بودھ اور دیگر رشیوں و

مبلغوں سے اپنے اپنے وقت پر صادر ہوئیں۔ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ رب العٰلمین یعنی تمام دنیا کا پالن ہار ہے۔ اسی طرح اس کا محبوب رسول بھی رحمت للعالمین یعنی تمام دنیا کے لیے رحمت ہے۔ کیا یہ تاریخی واقعہ نظر انداز کرنے کے قابل ہے کہ اس وقت جب کہ ایک شقیِ ازل حضرتِ خباب رضؓ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر ان کے سینے پر اپنا پیر جمائے ہوئے کھڑا ہے۔ انھوں نے عرض کی کہ "آپ پر اور ہم جاں نثارانِ اسلام پر کفار کی طرف سے کتنے ناقابلِ برداشت مظالم ہو رہے ہیں۔ دنیا کی کوئی تعذیب و اذیت ہونے کو باقی نہیں رہی پھر آپ ان ظالموں کے لیے بددعا کیوں نہیں کرتے۔" اتنا سُننا تھا کہ آپ کا چہرۂ انور غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ :-

"میں دُنیا کے لیے زحمت نہیں بلکہ رحمت بن کر آیا ہوں۔ بددعا کے لیے نہیں بلکہ دعا کے لیے پیدا ہوا ہوں تم سے پہلے (اے خبابؓ) وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلائے جاتے تھے اور دو برابر کے ٹکڑوں میں چیر ڈالے جاتے تھے پھر بھی وہ اپنے فرائض کی ادائیگی سے باز نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام (میرے ذریعے سے) پورا کر کے رہے گا تا آں کہ ایک شتر سوار صنعاء سے حضرموت تک یکہ و تنہا سفر کرے گا اور اس راہ میں اسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا۔" (بخاری)

بہر حال جہاتما گوتم بدھ تو آخری دور کے بزرگ ہیں ان سے بھی پہلے اور بہت پہلے ان رشیوں و منیوں کی بشارتوں پر غور کیجیے جو آنحضورؐ کے متعلق ویدوں، اُپ نشدوں، برہمنوں اور پرانوں وغیرہ میں باوجود تحریف کر کے اب تک محفوظ ہیں۔ عوام ان سے ناواقف رہے تو وہ زبان کے قیود و شرائط کی وجہ سے اور خواص لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (سورۂ بقرہ ۱۴۶) کے مصداق رہے یعنی حق کو چھپاتے ہیں اگرچہ جانتے ہیں۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ تمام مذہبی کتابیں سنسکرت زبان میں ہیں جب کہ عوام کی زبان پراکرت تھی۔ سنسکرت کے مشہور فاضل میکسملر نے اپنے لیکچروں میں کہیں لکھا ہے کہ ہندی آریوں نے صنعت

حرفت میں پیش قدمی نہیں کی البتہ زبان کے آراستہ کرنے میں پیچھے نہیں رہے۔ زبان کے قواعد میں ایسا مبالغہ اور زائد از ضرورت تصنع کیا اور اس سے اس کو ایسا بوجھل بنایا کہ وہ غریب بیٹھ رہی اور اپنے ہی بوجھوں دب کر مر گئی۔ یہی وجہ ہے کہ برہمنوں کے سوائے اور کسی فرقہ کی بنائی ہوئی کتاب کم دکھائی دیتی ہے۔ ویاکرن (قواعد صرف و نحو) کے لیے بارہ برس مقرر ہیں۔ کام کاج والا آدمی اتنی بڑی مدت اپنی تھوڑی سی عمر میں کس طرح نکال سکتا ہے اس لیے زبان دانی کی مشکلات کو دیکھ کر عام لوگ معمولی شد بد حاصل کرکے اپنے کاروبار میں لگ جاتے تھے صرف برہمن ہی علم کے مالک تھے۔ رگوید کے آخری دسویں منڈل میں برہمن، چھتری، ویش اور شودروں کے مشاغل کا جائزہ لیا ہے۔ برہمنوں کے متعلق لکھا ہے:

अध्यापनमध्ययनं यजनं याजनं तथा ।
दानं प्रतिग्रहं चैव ब्राह्मणानामकल्पयत् ॥

یعنی ودیا پڑھنا پڑھانا، یگیہ کرنا کرانا، دان لینا دینا، یہ چھ کام برہمنوں کے ہیں۔

منو جی بھی چاروں ورنوں کے قائل ہیں لیکن ورن کا تعلق وہ حسب سے مانتے ہیں نسب سے نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ آدمی میں جس ورن کے گن (صفات) ہوں اس کو اسی ورن کا ماننا چاہیئے۔ لکھتے ہیں:

शूद्रो ब्राह्मणतामेति ब्राह्मणश्चैति शूद्रताम् ।
क्षत्रियाज्जातमेवं तु विद्याद्वैश्यात्तथैव च ॥

یعنی شودر بھی برہمن بن سکتا ہے اور برہمن بھی شودر ہو سکتا ہے اسی طرح چھتری اور ویش بھی دوسرے ورن کو پراپت ہو سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ سماج اسکو عمل میں نہیں لا سکا اس لیے کہ اس پر سرمایہ داروں کا غلبہ تھا۔ مختصر یہ کہ تعلیم عام نہ تھی اور لکھنے کا فن بھی محدود تھا بقول یونانی مورخ میگستھنیز صرف علما جانتے تھے (ملاحظہ ہسٹری آف لیٹرز صفحہ ۳۰۸ مصنفہ پادری ٹیلر)

بزرگو و دوستو! زبان ایک طرح کی مشین ہے جو ایک شخص کے خیالات کو دوسرے تک پہنچاتی ہے جتنی بھی یہ مشین قدرت ہوگی اتنی ہی زیادہ کارآمد ہوگی ہر کوئی شخص اس کو استعمال کر سکے گا۔ سیکڑوں پرزوں کی مشین کو کون استعمال کر سکے گا۔ اس نکتہ کو آریہ عالموں نے ملحوظ نہیں رکھا۔ انھوں نے زبان کو حتی المقدور مشکل اور مصنوعی بنایا جس سے سیکھنے والوں کو طرح طرح کی دشواریاں پیدا ہو گئیں۔ علماء کی یہ کوشش بیکار نہ تھی زبان کو آسان رکھنے سے ان کی قدر و منزلت اور آمدنی میں کمی آتی تھی اس لیے نسلاً بعد نسل یہی کوشش کرتے چلے آئے کہ زیادہ سے زیادہ مغلق اور مصنوعی ہو جائے جیسا کہ لفظ سنسکرت کے معنی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے یعنی خوب مصنوع، آراستہ و پیراستہ اور ترتیب دادہ مثال کے طور پر صرف سندھی یعنی مرکبات کے اصول پر غور کیجیے کتنی مشکل ہے اسی لیے "کادمبری" مصنفہ بان کوی سے مستفید ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ کاش کہ ہر لفظ کو اس کے اصلی رُوپ میں لکھا جاتا تو پھر سنسکرت زبان اتنی مشکل نہیں رہتی جتنی کہ اب ہے۔ بہرصورت علم کے مالک برہمن تھے۔ راجہ لوگ اور کشتری و بنئے امراء بھی حتی الوسع واقفیت پیدا کر لیتے تھے لیکن عوام محروم تھے یہاں تک کہ رانیاں بھی پراکرت (روزمرہ کی زبان) میں بات چیت کرتی تھیں۔ رامائن میں مذکور ہے کہ جب ہنومان نے ڈھونڈتے ڈھونڈتے سیتا جی کو ایک درخت کے تلے کھڑے دیکھا تو ان سے پراکرت میں گفتگو شروع کی۔ مشہور ناٹک مرچھکٹیکا کے پہلے، انک میں "سوتردھار" بطور معذرت کہتا ہے "سنئے! میں فلاں شخص ہوں مجھے سنسکرت بولنا چاہیے مگر کام کی جلدی کے مارے اور موقع کی مناسبت سے یعنی عورت سے کہنا ہے اور وہ سنسکرت نہیں سمجھ سکے گی اس لیے پراکرت ہی میں کہتا ہوں!" اسی کتاب کے انک۳ میں ویدوشک برہمن کہتا ہے "عورت کا سنسکرت بولنا ویسا ہی مشکل ہے جیسا کہ مرد کا عورت کے باریک الحان کی نقل کر کے گیت گانا۔"

بہرحال سنسکرت زبان کو عام فہم ہونے سے روکنے کے لیے جہاں اس کے

صرف ونحو کو مشکل سے مشکل تر بنایا گیا اور اس کے سیکھنے اور سکھانے میں امتیاز برتا گیا اسی طرح اس کے حروف کی وضع قطع میں تصنع برتا گیا۔ یہ بہت جگہ گھیرتے ہیں۔ ان کے لکھنے میں دیر لگتی ہے اور اگر اس کی ماترؤں (اعراب) کو اڑا دیا جائے تو پھر عبارت کا مطلب ہی خبط ہو جاتا ہے۔ البتہ تلفظ کے لحاظ سے حروف کی ترتیب عاقلانہ ہے لیکن ہزارہا سال پرانی اور ہندوستان میں آباد آریہ قوم کے لیے یہ تعریف نہ کافی ہے سچ یہ ہے کہ آریوں نے دنیوی علوم وفنون کی طرف توجہ کم کی ہے۔ حقیقتاً عربی و سنسکرت دونوں ایک ہی ماں ۔ (آرامی زبان) کی دو سگی بہنیں ہیں۔ عربی حروف لکھنے کا جو طریقہ رفتہ رفتہ پیدا ہوا وہ سمجھنے سمجھنے آسان ہو گیا۔ اس کے الفاظ کو بلا اعراب کے روانی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ لکھنے میں جگہ کم گھیرتے ہیں اور تیزی کے ساتھ لکھے جا سکتے ہیں۔ عربی و فارسی کے خط نسخ یا شکست کے انداز پر اگر سنسکرت کے حروف کو لکھا جائے تو تحریر کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ کچھ تو زبان کی مشکلات اور کچھ قومی تنگ نظری کی بنا پر سنسکرت زبان کو بہت نقصان پہونچا لیکن آج صورت حال دوسری ہے یہ مانا کہ زبان کی تحریری مشکلات میں کوئی کمی نہیں ہوئی مگر اس کے ساتھ ساتھ قومی تنگ نظری کے شیطان نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے اس لیے اس کے پڑھنے پڑھانے پر اب کوئی پابندی نہیں سیکولر بھارت میں اب عوام اس کو سیکھ کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں جس سے وہ ابتک محروم تھے۔ وہ اب مذہبی کتابوں کو پڑھ کر اور ان میں بکھرے ہوئے موتیوں کو چن کر ان سے یکجہتی و ہم آہنگی کی حسین مالا تیار کر سکتے ہیں اور بلا روک ٹوک پہن سکتے ہیں کہ جس کے تیار کرنے اور پہننے سے وہ اب تک قاصر تھے۔

بزرگو اور دوستو! آپ بھی اپنی مالا کے لیے ان مقدس کتابوں میں سے اپنی پسند کے موتی منتخب کر لیجیے۔ اپنی پسند کے موتیوں کے انتخاب کے لیے اس لیے توجہ دلانے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ آج ہمارے سناتن دھرمی بھائیوں کو جو موتی پسند ہیں وہ آریہ دھرم کے متبعین کے لیے ناپسند ہیں۔ سناتن دھرمی بھائی ویدوں، پرانوں، اپ نشدوں نیز

تمام دیگر کتابوں رامائن و مہابھارت وغیرہ کو مقدس سمجھتے ہیں جبکہ آریہ بھائی صرف ویدوں پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ ویدوں و اُپ نشدوں کی طرح پرانوں کی بھی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔ وید خود پرانوں کے مصدق ہیں۔ رگوید میں یگیہ میں پڑھے جانے والے پران کا ذکر ہے مثلاً سوکت ۳۰ منتر ۶ میں آتا ہے "پران یگیہ کے ذریعے ہمارے بزرگ رشی بنائے گئے" شتپتھ برہمن میں جو یجروید کی پرانی اور مستند تفسیر ہے لکھا ہے کہ "یگیہ کے نویں دن پران پڑھے"، کون سا پران پڑھے اس کی تشریح شانکھائن شروت سوتر ۱۶ میں کی گئی کہ "والیو پران" پڑھے۔ غرضیکہ ہندو مذہب کے مستند سے مستند لٹریچر میں پرانوں کی فضیلت کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو اتھروید کانڈ ۱۵، سوکت ۶، منتر ۱۲، چھاندوگیہ اُپ نشد پرپاٹھک ے کھنڈ ۱، ۲)۔ بایں ہمہ ہمارے اس زمانہ میں کچھ پنڈت لوگ پرانوں میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دیکھ کر بجائے اس کے کہ وہ اپنے رشیوں کی عظمت اور بزرگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے کلام کی قدر کرتے اور رسول عربی کی فضیلت کے قائل ہوتے سرے سے پرانوں ہی کی منکر ہو گئے۔ بہر صورت ویدوں پر سب کا اتفاق ہے اس لیے سب سے پہلے انھیں میں سے موتیوں کا انتخاب کیجیے۔ (باقی)

ضروری گزارش

حضرات۔ ممبران ادارہ اور بُرہان کے خریداروں سے گذارش ہے کہ ادارہ سے آپ حضرات کو یاد دہانی کے خطوط ارسال کیے جا رہے ہیں۔ ان پر فوری توجہ فرمائیں۔ نیز خطوط ارسال کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا پتہ اور خریداری نمبر کا لکھنا نہ بھولیں جو پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ تاکہ تعمیلِ ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔

(نیاز مند منیجر)